دُنیا کے سیاسی یتیمو! مُتحدّ ہو جاؤ!

سیاسی یتیم خانہ

مجید لاہوری' شعروادب' صحافت اور کالم نگاری کی تاریخ میں ایک معروف نام ہے۔ مرحوم نے کراچی سے اپنا ہفتہ وار پرچہ "نمکدان" بھی نکالا۔ مزاحیہ ادب، مثبت اور تعمیری تنقید میں وہ اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ اُنکا اپنا اسلوب ہے جو عوامی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ عوام میں بے پناہ مقبول ہوئے۔ ذیل میں چونتیس برس قبل ان کا لکھا ہوا ایک کالم قارئین کی نذر ہے۔ جو ۱۹ اپریل ۱۹۵۷ء کو شائع ہوا مگر آج بھی اسی طرح تروتازہ ہے — !

—— (ادارہ) ——

یہ تجویز رمضانی کی ہے۔ مجھے صرف اسکی پیش کش کا شرف حاصل ہے۔ تجویز یہ ہے کہ ایک بہت بڑا "سیاسی یتیم خانہ" بنایا جائے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ —— "سیاسی یتیم خانہ" کیوں بنایا جائے تو جواباً گزارش یہ ہے کہ لو دس برس کی مُدت میں ہمارے ہاں کتنے جوڑ توڑ۔ کتنی اکھاڑ پچھاڑ، اور کتنی کرسیاں ٹوٹی ھیں کتنی کرسیوں کی لڑائیاں ہوئی ھیں اور کتنی نئی مضبوط کرسیاں تیار ہوئی ھیں۔ ان تمام سرگرمیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج ملک میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک سینکڑوں "سیاسی یتیم" دربدر ٹھوکریں کھا رہے ھیں۔ ان میں ایسے یتیم بھی ھیں جو مرکزی وزیر رہے، ایسے یتیم بھی ھیں جو وزیر اعظم رہے۔ ایسے یتیم بھی ہیں جو گورنر رہے۔ ایسے بھی ہیں جو صُوبوں کے وزیر اعلیٰ رہے ایسے بھی ھیں جو صوبوں کے وزیر رہے، نائب وزیر رہے، مُشیر رہے، اسمبلیوں کے ممبر رہے میونسپل

کمیٹیوں اور ڈسٹرکٹ بورڈوں کے صدر رہے ۔ ممبر رہے ۔ ایسے بھی ہیں جو سفیر رہے ۔ غرضیکہ اگر "سیاسی یتیم شماری" ملک میں ہو تو ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچ سکتی ہے ۔ ہر قدم پر ایک سابق وزیر ملتا ہے ۔ سابق سفیر ملتا ہے ، سابق گورنر ملتا ہے اگر دکھّس لونڈوں کو جمع کر کے لوگ یتیم خانہ بناتے ہیں تو پھر اتنی بڑی کھیپ سیاسی یتیموں کی جہاں موجود ہو وہاں "سیاسی یتیم خانہ" بنایا جائے ۔ سچ پوچھئے تو یہ سارے جھگڑے انہیں سیاسی یتیموں کے کھڑے کئے ہوئے ہیں ۔ یہ ساری خرابی ان سیاسی یتیموں کے "فری اسٹائل دنگل" کی لائی ہوئی ہے ۔ اگر "سیاسی یتیم خانہ" بن جائے تو یہ لوگ ایک جگہ جمع ہو جائیں اور ملک میں انتشار نہ پھیلائیں ۔ یہ ایک عظیم الشان کارنامہ ہوگا ۔ حکومت کو خود ایسا یتیم خانہ بنانا چاہیئے ۔ کیونکہ ہم نے یہی دیکھا ہے کہ جو کرسیوں پر بیٹھتے ہیں وہ کرسیاں چھن جانے کے بعد "سیاسی یتیم" ہو جاتے ہیں اور ان کی جگہ بے کرسی والے یعنی سیاسی یتیم پھر کرسی پر آکر بیٹھ جاتے ہیں ۔ ظاہر ہے کہ ایسے یتیم خانے کا فائدہ آج نہیں تو کل اہل حکومت کو پہنچے گا ۔ کیونکہ ہمیشہ ایک سا وقت تو نہیں رہتا ۔ کرسی نے کب کسی سے وفا کی ہے ۔ اور ہمارے ملک میں تو اس کا مزاج معشوق کے مزاج سے بھی نازک ہے ۔ گھڑی میں تولہ گھڑی میں ماشہ ۔

یہ سوال تو حل ہو گیا کہ "سیاسی یتیم خانہ" کیوں بنایا جائے ۔ اب سوال یہ ہے کہ سیاسی یتیم خانے میں کیا ہو ؟ پہلے تو سیاسی یتیموں کو ایک جیسی وردیاں ایک جیسے بوٹ اور ایک جیسی ٹوپیاں دی جائیں تاکہ دیکھنے والے پہچان لیں کہ یہ "سیاسی یتیم" ہیں ۔ صبح یہ لوگ ایک گھنٹہ سر نیچے اور ٹانگیں اوپر کر کے دیوار کے سہارے کھڑے رہیں ۔ ان سے ان کا دماغ سیاست میں خوب چلے گا ۔ پھر نہا دھو کر یہ ناشتہ کریں اور اخبار پڑھیں ۔ اخبار پڑھنے کے بعد یہ خوب بحث کریں ۔ بحث کرنے کے بعد بیان دیں ۔ پھر ان کو یہ بھی سکھایا جائے کہ ایک بات کہہ کر اس کی کس طرح تردید کرنی چاہیئے ۔ پھر ان کو یہ بھی سکھایا جائے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ کس طرح لڑھک کر جانا چاہیئے ۔ یہ عملی سبق " ہوگا جس میں "بے پیندے کے لوٹے" اور "بے تھالی کے بینگن" استعمال کئے جا سکتے ہیں ۔ بینگن اس لئے زیادہ مفید ہیں کہ بعد میں ان کی ترکاری بھی بن سکتی ہے ۔ سب سے بڑا درس ان کو اس کا دینا چاہیئے کہ "اعتراض برائے اعتراض اور اختلاف برائے اختلاف" کس طرح کیا جاتا ہے اس کے لئے تو بعض "سیاسی یتیموں" کو

(بقیہ ۱۱۲ پر)